انسانی پیدائش کی طرح الٰہی سلسلے تدریجاً ترقی کرتے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍ اکتوبر ۱۹۷۷ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے تدریج کا اصول جاری کر رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمتِ کاملہ سے ایک چھوٹی سی چیز کو پیدا کرتا ہے اور پھر وہ اپنی صفات کے جلووں کے ذریعہ اس کو بتدریج بڑھاتا ہے یعنی ہر چیز کو آہستہ آہستہ وہ شکل دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے۔

انسان کی پیدائش کے متعلق قرآن کریم نے بتایا ہے کہ اسے نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ رحم مادر میں مختلف مدارج سے گزرتے ہوئے بچہ بنتا ہے اور پیدائش کے وقت اس بچے کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ سب جانتے ہیں۔ پھر وہی بچہ بڑا ہو کر آسمان کے ستاروں کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ چاند کے اوپر بھی اس کا پاؤں لگ جاتا ہے لیکن پیدائش کے وقت اس کی جو حالت ہوتی ہے اس میں بتدریج ترقی ہوتی ہے اور اس کی قوتیں آہستہ آہستہ نشوونما پاتی ہیں اور ہر انسان اپنی استعداد کے مطابق اپنے کمال کی طرف حرکت کرتے ہوئے ترقی کر رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ خوش قسمت ہو اور اس کی تدبیر مقبول ہو اور اللہ تعالیٰ اسے ہدایت پر قائم رکھے تو وہ اپنے دائرہ استعداد میں بالآخر کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ دھر میں فرمایا ہے کہ ایک چھوٹا سا قطرہ ہے جس سے بچے کی پیدائش شروع ہوتی ہے۔ اس قطرہ میں بھی وہ سارے قویٰ موجود ہوتے ہیں جن کی نشوونما حاصل کرنے

کے بعد انسانی وجود ایک مکمل شکل اختیار کرتا ہے اور ترقی کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ ایک چوٹی کے معروف ومشہور سائنسدان کی صورت میں دنیا کے سامنے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (الدّھر:۳) فرمایا انسان کی پیدائش ایک ایسے نطفے سے ہوتی ہے جس میں مختلف قوتیں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر جب وہ نشوونما کے مختلف مدارج سے گزر جاتا ہے تو اسے دو بنیادی طاقتیں دی جاتی ہیں ایک مشاہدہ کی قوت یعنی بینائی اور ایک دوسروں سے سیکھنے کی قوت۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا ہے۔ وہ ان خداداد قوتوں کے ذریعہ دوسروں کے تجربوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ (الدّھر:۴) ہم نے انسان کو ہدایت کا راستہ دکھا دیا ہے، یعنی اس کے مناسبِ حال جو راہ تھی وہ اس کو دکھا دی ہے اور اس کے مقصدِ حیات کو پورا کرنے والی اور اس کو خدا کی طرف لے جانے والی اور خدا تک پہنچانے والی جو ہدایت ہے وہ اس کو دے دی ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے۔ چنانچہ جب ہم انسان کی طاقتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہدایت کی وہ راہ جو اس کی جسمانی قوتوں کی نشوونما کے لئے ضروری تھی وہ اس کو مل گئی ہے اور اگر انسان اس پر چلے تو وہ مضبوط سے مضبوط جسم والا انسان بن سکتا ہے اور انسان کی جسمانی طاقتیں اپنے کمال کو پہنچ سکتی ہیں۔ غرض قرآن کریم نے انسان کی دوسری طاقتوں کے علاوہ اس کی جسمانی طاقتوں کی حفاظت کے لئے اور ان طاقتوں کی نشوونما کے لئے بھی ہدایت دی ہے۔ پھر نواہی یعنی بُرے کاموں سے روکنے والے احکام ہیں جو انسان کو تباہی اور ہلاکت سے بچاتے ہیں مثلاً انسان کی جسمانی طاقتوں کے لئے کھانا ایک ضروری چیز ہے لیکن بہت سی چیزیں کھانے سے منع کر دیا اور جو حلال چیزیں تھیں اور جن کے استعمال کی اجازت دی تھی ان کے متعلق بھی یہ کہا کہ دیکھو انسان انسان کی طبیعت میں فرق ہے۔ بعض حلال چیزیں بعض انسانوں کے موافق آئیں گی بعض کے موافق نہیں آئیں گی اس لئے صرف حلال ہی نہیں طیب کھایا کرو۔ تم یہ دیکھا کرو کہ تمہیں کون سی چیز موافق ہے،

وہ کون سا کھانا ہے جو تمہاری طاقت کو قائم رکھنے والا ہے اور جس کے نتیجہ میں تم اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح نباہ سکتے ہو۔ آج کی دنیا بڑا فخر کرتی ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ غذا میں توازن (Balance) کا اصول انہوں نے معلوم کیا ہے حالانکہ قرآن کریم نے یہ پہلے ہی بتا دیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز میں توازن کا اصول قائم کیا ہے اس لئے فرمایا:-

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ (الرحمٰن:۹) فرمایا یہ خیال رکھنا کہ کسی شعبہ زندگی میں بھی اس توازن کے اصول کی خلاف ورزی سرزد نہ ہو کیونکہ اس سے تمہیں تکلیف پہنچے گی۔

غرض انسان کی جسمانی طاقتوں کی حفاظت کے لئے اور ان کی صحیح اور کامل نشوونما کے لئے جس ہدایت کی ضرورت تھی وہ انسان کو دے دی گئی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذہنی قوتیں بھی عطا کی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ علم حاصل کرتا ہے اور علم کے میدانوں میں ترقیات کرتا ہے۔ وہ اپنی انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعی زندگی میں بھی انقلاب ہائے عظیم پیدا کرتا رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ انسان کو ذہنی قوتیں دی گئی ہیں بلکہ اس کو بے راہ روی اور بھٹکنے سے بچانے کے لئے بھی اسے تعلیم دی گئی ہے اور وہ راہیں بھی بتا دی گئی ہیں جن پر چل کر وہ حقائق اشیاء تک پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں یہ دعا بھی سکھلائی گئی ہے۔

رَبِّ اَرِنِیْ حَقَآئِقَ الْاَ شْیَآءِ (تذکرہ صفحہ ۶۱۳) کہ اے میرے رب! مجھے حقائق اشیاء معلوم کرنے کی توفیق عطا فرما۔ بعض دفعہ احمدی نوجوان طالب علم مجھ سے ملنے کے لئے آتے ہیں تو میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ دیکھو قرآن کریم نے ہر علم کے متعلق بنیادی اصول بتا دیئے ہیں اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم ہر علم کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ ایک دفعہ حساب کے ایم ایس سی کے احمدی طلباء کا ایک گروپ ملاقات کے لئے آیا۔ میں نے ان سے کہا تم حساب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہو لیکن کیا تمہیں معلوم ہے حساب کے ماہرین نے یہ کہا ہے کہ حساب کی بنیاد چند مفروضات پر ہے یعنی انہوں نے بعض باتیں خود ہی فرض کر لی ہیں۔ اگر وہ بنیاد بیچ میں سے نکال دی جائے تو علم حساب کی عمارت زمین پر گر پڑتی ہے لیکن اسلام نے یہ نہیں کہا کہ حساب کی بنیاد مفروضات پر ہے۔ اسلام نے یہ کہا ہے کہ حساب کی بنیاد حقائقِ اشیاء پر ہے۔

ویسے یہ ایک لمبا مضمون ہے ایک دو فقروں میں ہی اشارہ کر سکتا ہوں۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ مکان اور زمان کے لحاظ سے ایک نسبت قائم ہے اوران نسبتوں پر حساب کے علم کی بنیاد ہے مثلاً ایک آدمی آج سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوا اور ایک پچاس سال پہلے پیدا ہوا۔ یہ زمانہ کے لحاظ سے نسبتیں ہیں اور ایک مکان کے لحاظ سے نسبت ہے مثلاً یہ کہ زمین سورج سے اتنی دور ہے اور اس رفتار سے حرکت کر رہی ہے۔ پس قرآن کریم کا یہ کہنا کہ حساب کی بنیاد زمانی اور مکانی نسبتوں پر رکھی گئی ہے، ایک عظیم حکمت پر مبنی ہے۔

پچھلے دنوں کچھ غیر احمدی طلباء ملنے کے لئے آئے۔ وہ سوشیالوجی کے طالب علم تھے۔ ان سے بھی میں نے سوال کیا کہ بتاؤ تمہارے علم کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ ان میں سے ایک لڑکا گھبرا گیا۔ پھر میں نے بتایا کہ دیکھو آج کی مہذب دنیا نے معاشرہ کے موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے اس علم کو مدون کیا اور اسے ایک سائنس اور علم بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے لیکن وہ بھی اس سوال کا صحیح جواب نہیں دے سکتے۔ اس کا صحیح جواب اسلام نے دیا ہے۔ چنانچہ میں نے ان کو تفصیل سے سمجھایا اور بتایا کہ خواہ دنیا کا کوئی علم ہو قرآن کریم نے ہر علم کے متعلق بنیادی ہدایت دی ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ ہم نے انسان کو اس کی ذہنی طاقتوں کے مناسبِ حال ہدایت دے دی ہے اسی طرح اخلاقی طاقتیں ہیں۔ انسان کو اخلاقی صلاحیتیں دی گئی ہیں ان کے متعلق قرآن کریم میں بڑی تفصیل سے ہدایت پائی جاتی ہے۔ اسلامی اصول کی فلاسفی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ قرآن کریم اخلاقیات سے بھرا پڑا ہے۔ اخلاق کی حفاظت کیسے کرنی ہے اوران کو ترقی کیسے دینی ہے، حسن معاملہ کیا ہے۔ غرض اخلاقیات کے جملہ پہلوؤں سے متعلق قرآن کریم میں تفصیل سے ہدایت دی گئی ہے۔ یہ ایک کامل کتاب ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمارے ہاتھ میں دی گئی ہے۔ اس میں اخلاقیات یعنی حسن معاملہ کے متعلق ایک کامل ہدایت موجود ہے۔ اسی طرح روحانی استعدادیں ہیں۔ قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے انسان کی روحانی حالتوں کو بیان کیا ہے اور روحانی ترقی کے حصول کے طریق بھی بتائے اور ان طریق کو نظر انداز

کرنے کی وجہ سے ہلاکتوں کا بھی ذکر کیا اوران کی وجوہات کی طرف بھی اشارہ کیا۔ایک جگہ فرمایا کہ بعض لوگوں کو ہم اونچا کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ (الاعراف:۱۷۷) زمین کی طرف جھک جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے روحانی رفعتوں کے حصول کے جو سامان پیدا کئے ہیں ان سے وہ خود اپنے آپ کو محروم کر لیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ساری ہدایتیں تو دے دیں لیکن یہ ہدایتیں دینے کے بعد اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا (الدّھر:۴) انسان کو یہ اختیار ہے کہ خواہ وہ ہدایت کی راہ پر چل کر شکر گزار بندہ بنے یا گمراہی کی راہوں پر چلتے ہوئے ناشکری کرے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو مختلف قوتیں اور طاقتیں، صلاحیتیں اور استعدادیں عطا کیں اور ان قوتوں اور صلاحیتوں کو نشوونما دینے اور ان کو ہلاکت سے بچانے کی ہدایت دی۔ گویا ہدایت اور گمراہی کے دونوں راستوں کی نشاندہی کرنے کے بعد فرمایا:- اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا اے انسان! ہم تجھے صاحبِ اختیار بناتے ہیں اگر تو چاہے تو خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن اور جو تجھے کہا گیا ہے اس کے مطابق عمل کر اور خدا تعالیٰ سے انعام پا اور اگر چاہے تو ناشکری کر اور ان ہدایتوں کا نافرمان بن اور نافرمانی کے نتیجہ میں اس دنیا میں بھی گھاٹا تیرے نصیب میں ہوگا اور اُخروی زندگی میں خدا تعالیٰ کے قہر کے عذاب میں تجھے جلنا پڑے گا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے مختلف مدارج سے گزار کر ترقی دی۔ پس ہماری زندگی میں بھی اور ہر دوسری چیز کی زندگی میں بھی تدریجی اصول چل رہا ہے یہاں تک کہ پتھروں میں بھی تدریج کا اصول کارفرما ہے۔ ہر چیز آہستہ آہستہ ترقی کرتی ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کو قوتیں اور صلاحیتیں دیں۔ ان کی حفاظت کے سامان پیدا کئے۔ ان کی نشوونما کے لئے ہدایت دی۔ مگر یہ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرو اور انعام پاؤ یا اطاعت نہ کرو۔ نافرمانی کرو اور ناشکرے بن جاؤ اور خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے نعماء کے حصول کے جو سامان پیدا کئے تھے ان کی طرف تم توجہ نہ کرو اور اس کے نتیجہ میں محرومی، مہجوری اور خدا سے دوری کی زندگی گزارو۔

الٰہی جماعتیں شکر گزار بندوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور یہ جو تدریج کا اصول ہے اس سے وہ

اچھی طرح واقف ہوتی ہیں۔ چنانچہ دیکھ لیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آہستہ آہستہ ترقی ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ نے مسلمانوں کو زمین سے اٹھا کر آسمان کی رفعتوں تک پہنچا دیا تھا۔ وعدہ تو ان کو یہ دیا گیا تھا کہ جب تم میں سے خدا کا کوئی بندہ تواضع اور انکساری کی راہوں کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان تک پہنچا دے گا یعنی امت محمدیہ کو انتہائی بلندیوں تک پہنچنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے انتہائی ترقی کی لیکن اس میں تدریج کا اصول کارفرما رہا۔ تدریج کے اصول میں ہر دوسرا دور پہلے سے زیادہ بڑا بھی ہوتا ہے اور بڑا کٹھن اور مشکل بھی ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کو دیکھ لیں۔ اپنی بعثت کے ابتدائی ایام میں آپ خود بھی اپنے صحابہ کے ساتھ چھپ چھپ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ کمزوری کا زمانہ تھا۔ پھر ترقی ہوئی اور مسلمانوں نے کھل کر نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ گو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو نہایت بلند تھا لیکن آپ اپنے صحابہ کو ساتھ لے کر آگے بڑھنا چاہتے تھے حالانکہ آپ تو اس وقت بھی خانہ کعبہ میں جا کر نماز ادا کر لیتے تھے لیکن جہاں تک باجماعت نماز کا تعلق ہے صحابہ کی روحانی نشوونما میں ابھی اتنی طاقت نہیں پیدا ہوئی تھی کہ وہ کھل کر نماز پڑھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ تھا کہ وہ اپنے صحابہ کو ساتھ لے کر آگے بڑھیں اس لئے آپ بھی ان کے ساتھ نماز باجماعت چھپ کر پڑھتے تھے۔ پھر ایک زمانہ ایسا تھا جس میں نماز فرض ہی نہیں تھی۔ پھر ایسا زمانہ تھا جس میں روزے ابھی فرض ہی نہیں تھے۔ پھر ایک ایسا زمانہ تھا جس میں زکوٰۃ فرض ہی نہیں تھی۔ پھر ایک ایسا زمانہ تھا جس میں شراب حرام ہی نہیں تھی مگر جب آہستہ آہستہ مسلمان نماز پڑھنے، روزے رکھنے اور زکوٰۃ دینے کے قابل ہوگئے تو ان کی ادائیگی بطور فرض لازمی قرار دی گئی۔ چنانچہ وہ لوگ جو زمین پر بھی زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے وہ ترقی کرتے کرتے اخلاقی اور روحانی طور پر آسمانی وجود بن گئے۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کی قیادت ان کے ہاتھ میں دے دی۔ انہوں نے کسی قسم کا استحصال کئے بغیر بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کا ایک ایسا عجیب نمونہ دکھایا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ الٰہی سلسلے اپنی قربانیوں کو آہستہ آہستہ بڑھاتے ہیں اور

خدا تعالیٰ کے فضلوں کو پہلے سے زیادہ حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی میں پہلو بہ پہلو ایک تدریجی عمل کارفرما ہوتا ہے یعنی ان کی جتنی بڑی قربانی ہوگی جتنا بڑا ایثار ہوگا جتنی زیادہ فدائیت ہوگی اور خدا کی راہ میں انسان جتنی زیادہ فنائیت اپنے اوپر طاری کرے گا اسی کے مطابق خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے انعام مل رہے ہوں گے۔

اب اس زمانہ میں مہدی اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آ گئے اور ایک چھوٹی سی جماعت آپ کے گرد جمع ہوگئی۔ آپ ایسے زمانہ میں آئے جب خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے کسی کو ایک پیسہ دینے کی بھی عادت نہیں تھی۔ چنانچہ جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گرد اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے ان کی مالی قربانی دونّی، چونّی اور اٹھنّی تھی لیکن یہ دونّی، چونّی اور اٹھنّی کی قربانی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ نظر آ رہا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پہلے مقام سے نکل کر ایک درجہ آگے بڑھ گئے ہیں اور ان کے اندر ایک انقلابی حرکت پیدا ہوگئی ہے۔ چنانچہ اس بات کو دنیا پر واضح کرنے کے لئے کہ کس طرح انقلابی مدارج طے کرنے والی ایک جماعت پیدا ہوگئی ہے آپ نے شروع میں دونّی، چونّی اور اٹھنّی دینے والوں کے نام اپنی کتب میں لکھ دیئے کہ یہ وہ مخلصین ہیں جنہوں نے دونّی دی یا چونّی دی یا اٹھنّی دی تا کہ ایک تو قیامت تک مخلصین احمدیت ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں اس لئے کہ انہوں نے ابتدائی زمانہ میں خدا کی راہ میں قربانیوں کی بنیاد ڈالی اور قربانی کرنے والی جماعتوں کے لئے ایک نمونہ بننے کی توفیق پائی اور دوسرے یہ کہ آنے والی نسلوں کو پتہ لگے کہ جماعت احمدیہ کس طرح ایک چھوٹی سی قربانی سے چلی تھی لیکن مختلف مدارج طے کرتی ہوئی اب وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔

پس جہاں تک مالی قربانی کا تعلق ہے الٰہی سلسلے کی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ ویسے صرف مالی قربانی ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ ہم سے ہر قسم کی قربانی مانگتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:۴) کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے وہ میری راہ میں تمہیں واپس کرنا پڑے گا۔ مثلاً ہمارا وقت ہے، ہماری دولت ہے، ہماری اولاد ہے اور ہمارے جذبات ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں اور ان کو خدا کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ

نہیں کرنا چاہیئے۔ جماعت احمدیہ اس قسم کی قربانیوں کی مثال آپ ہے۔ مثلاً جذبات کی قربانی کو لے لیں۔ ۱۹۷۴ء میں خدا تعالیٰ نے جماعت سے جذبات کی کتنی بڑی قربانی لی مگر اس نے اپنے فضل سے انعام بھی بہت بڑا دیا۔ ہم اس کے فضلوں کا شمار نہیں کر سکتے۔ بہر حال مالی قربانی چونکہ حساب کے اندر بندھ جاتی ہے اس لئے اس کا بار بار ذکر ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے وہ لوگ جو دو آنے، چار آنے چندہ دینے والے تھے ان کی اس قربانی کے مقابلہ میں ان پر جو فضل نازل ہوئے اس کی کوئی نسبت ہی نہیں۔ میں ایک شخص کو ذاتی طور پر جانتا ہوں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں دونی، چونی دینے والوں میں سے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اولاد دی۔ ان کے چار پانچ لڑکے مشرقی افریقہ چلے گئے۔ ان کا باپ جو خدا کی راہ میں چار آنے دینے والا تھا خدا تعالیٰ اس قربانی کے نتیجہ میں ان کو چار چار، چھ چھ بلکہ آٹھ آٹھ ہزار روپیہ ہر مہینہ واپس کر رہا تھا۔ خدا تعالیٰ ہر دو جہاں کا مالک ہے وہ قرضے اپنے پاس نہیں رکھا کرتا۔ وہ اس دنیا میں بھی انعام دیتا ہے اور جو اخروی زندگی میں ملنے والے انعام ہیں ان کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ تھا کہ تیرے ماننے والوں کے اموال میں برکت دوں گا۔ اس قسم کی اور بہت سی بشارتیں ہیں لیکن میں اس وقت ان کا ذکر نہیں کر رہا۔

میں اس وقت بتا یہ رہا ہوں کہ جماعت احمدیہ میں مالی قربانی کی روح کس طرح پیدا کی گئی۔ جب آہستہ آہستہ خدا کی راہ میں پیسہ خرچ کرنے کی عادت پڑ گئی تو پھر جماعت کے اندر لازمی چندے آ گئے۔ پھر وصیت آ گئی دسویں حصے کی اور اگر کوئی چاہے تو ۱/۳ تک وصیت کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس میں بڑی بڑی قربانی دینے والے لوگ پیدا ہو گئے۔ پھر وصیت کا ۱/۱۰ دینے والوں سے کہا گیا کہ جو غیر لازمی چندے ہیں یا نیم لازمی چندے ہیں وہ بھی دو۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کا آغاز کر دیا اور اس کے لئے لازمی چندوں کے لئے مالی قربانی کی تحریک فرمائی جو لازمی چندوں کے علاوہ تھی یعنی جو لازمی چندہ جات تھے مثلاً چندہ عام ہے۔ چندہ وصیت ہے۔ یہ اصل اور لازمی چندہ جات ہیں لیکن بعض دوسرے چندے بھی ہیں جن کے متعلق جماعت نے فیصلہ کیا ہوا ہے اور وہ بھی گویا لازمی چندے ہیں۔ ان کے علاوہ جماعت

نے نہایت بشاشت سے تحریک جدید کے چندے دینے شروع کر دیئے۔

یہ ۱۹۳۴ء کی بات ہے۔ اس وقت بھی کئی ایک دوستوں نے کہا اور کئی اب بھی مجھے لکھ دیتے ہیں کہ سارے چندوں کو اکٹھا کر کے ایک مدّ کے اندر لے آئیں۔ ایسے لوگوں کے لئے میں دعا کرتا ہوں۔ وہ ان مختلف چندوں کی روح کو نہیں پہچانتے۔ ہمارا ہر قدم پہلے سے آگے بڑھنا چاہیئے۔ ایک جگہ کھڑے ہوئے اور ہلاک ہوئے۔ یہ الٰہی سلسلوں کا اصول ہے، الٰہی سلسلوں پر جتنے بھی تنزل کے زمانے آتے ہیں وہ کھڑے ہو کر ہی آئے ہیں۔ ایک جگہ کھڑے ہو جانا تو الٰہی سلسلہ کے لئے موت کے مترادف ہے۔ اسی لئے یہ الٰہی جماعت دعاؤں کے نتیجہ میں کوشش اور تدبیر کے ذریعہ ہر سال پہلے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے جب تبلیغِ اسلام کا یہ بہت بڑا منصوبہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دماغ میں ڈالا تھا تو اس وقت حال یہ تھا کہ گو غیر ممالک میں پہلے بھی کچھ مبلغ گئے ہوئے تھے لیکن جتنے مبلغ تحریک جدید کے اس وسیع اور عظیم الشان منصوبہ کے ماتحت بھجوائے جاتے ہیں اتنے مبلغ باہر جانے شروع نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت بیرون ملک نئے نئے احمدیوں کا وہی حال تھا جو شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے والوں کا تھا۔ بیرونی ممالک میں قبولِ اسلام کرنے والوں کی ابھی کماحقّہ تربیت نہیں ہو پائی تھی۔ صرف اتنا ہو سکا تھا کہ وہ پہلے بے نماز تھے اب انہوں نے نمازیں پڑھنی شروع کر دیں یا وہ لوگ جو پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتے تھے اب انہوں نے آپ پر درود پڑھنا شروع کر دیا۔ بت پرستوں میں سے مسلمان ہوئے تو انہوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ کا نعرہ بلند کر دیا لیکن مالی قربانیوں کی طرف نہ وہ آئے تھے اور نہ ان پر زور دیا جا رہا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک دفعہ تحریک جدید کے ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۴ء تک کے دس سالوں کے چندے کا ریکارڈ اکٹھا کروایا تو مجھے پتہ لگا کہ اس عرصہ میں جو دراصل غیر ملکیوں کے لئے تربیت کا زمانہ ہے ہمارے رجسٹروں میں ان کا کوئی چندہ درج نہیں ہے اور اب یہ حال ہے کہ ایک خط وہاں سے آجاتا ہے جس میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں جگہ یا فلاں علاقے میں ہمارا جلسہ تھا اور وہاں پانچ لاکھ روپے چندہ جمع ہو گیا۔ یہ ایک علاقے کا چندہ ہوتا ہے۔ میں ملک کی بات نہیں کر رہا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے پاکستان کے تحریک جدید کے چندے کے مقابلے

میں غیر ممالک کا چندہ آٹھ دس گنا زیادہ ہو چکا ہے کیونکہ بیرونی جماعتیں ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اوران کے اندر قربانی کی بڑی روح پائی جاتی ہے۔

یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جماعت احمدیہ تو ایک غریب جماعت ہے۔ دنیا کی دھتکاری ہوئی جماعت ہے۔لوگ اس کو برا بھلا کہنے میں ثواب سمجھتے ہیں۔کوئی سیاسی اقتدارنہیں اور نہ اس کوسیاست سے کوئی دلچسپی ہے۔دنیا کی نگاہ میں اس جماعت کی کوئی عزت نہیں۔اس بات کا اعلان کرنے میں ہمیں کوئی شرم نہیں کہ دنیا کی نگاہ میں ہمارے لئے کوئی عزت نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خدائے قادر وتوانا کی نگاہ میں ہمارے لئے عزت ہے اوراس کا ثبوت یہ ہے کہ جنوبی افریقہ میں خدا تعالیٰ نے اس غریب اور دنیا کی دھتکاری ہوئی جماعت کو اسلام کی تبلیغ کی بھرپور توفیق دی۔ میرا اندازہ ہے کہ پانچ لاکھ سے زیادہ عیسائیت اور بت پرستی کو چھوڑ کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے ہوئے اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ۔۱۹۷۱ء کی مردم شماری کی رو سے صرف ایک ملک میں پونے دو لاکھ احمدی تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔اللہ تعالیٰ نومسلموں کے ایمانوں کو بڑھانے کے لئے نشان دکھاتا ہے۔ان کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ان کو وقت سے پہلے خوابوں کے ذریعہ اطلاع دیتا ہے۔مرکز سے ان کا تعلق مضبوط کرنے کے لئے بالکل ان ہونی چیزیں ان کے لئے ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آتی ہیں۔ وہ دعا کے لئے لکھتے ہیں۔خدائے قادروتوانا اپنی قدرت کا معجزانہ نشان ان کو دکھا کر مرکز سلسلہ کے ساتھ ان کے تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔ ابھی چند ہفتے ہوئے مجھے ایک دوست کا خط آیا۔ مجھے تو یادنہیں تھا کیونکہ اس قسم کے خط تو آتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے نشان دکھانے والا ہے وہ بغیر حساب کے دیتا ہے۔اس کے فضلوں کا حساب کون کرسکتا ہے۔غرض اس دوست نے لکھا کہ ایک سال ہوا میں نے آپ کو یہ لکھا تھا کہ میرے ہاں اولادنہیں اور سب ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ تمہاری اس بیوی سے بچہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بڑے علاج کروائے لیکن کوئی علاج کارگر نہیں ہوا۔اب ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے کہ اس بیوی سے بچہ نہیں ہوسکتا اوراب میں آپ کو یہ خوشخبری سنا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچہ دے دیا ہے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے۔اس میں نہ میری کوئی بزرگی ہے اور نہ جماعت کی یہ تو

خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ ہمارے حق میں اپنی قدرت کا نشان دکھاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کا جو منصوبہ بنایا ہے یہ دراصل اسی منصوبے کی کڑیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں میں بھی ایمان کو مضبوط کرتا ہے اوران کے اندر ایثار اور قربانی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے نشان دیکھ کر اس کی وحدانیت کے قائل ہوجاتے ہیں۔ان کے دل کی وحشت دور ہوجاتی ہے۔اسلام کے حسن واحسان کے گرویدہ ہوکر حسن معاملہ میں بہت ترقی کر جاتے ہیں۔

پس تحریک جدید ایک الٰہی تحریک ہے جس کے بڑے خوشکن نتائج سامنے آرہے ہیں۔ اس کے اجراء کے وقت شاید ایک لاکھ روپے کی مالی قربانی دینے کا اعلان کیا گیا تھا اور یہ اس وقت کی بہت بڑی قربانی تھی لیکن اب خدا تعالیٰ کے فضل دیکھو کہ نصرت جہاں کے ماتحت ہمارے جو ڈاکٹر مغربی افریقہ میں گئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں اتنی برکت ڈالی کہ اڑھائی کروڑ سے بھی زیادہ آمد ہوئی جو انہی لوگوں پر خرچ ہوگئی کیونکہ وہاں جو آمد پیدا ہوتی ہے اس کا ایک دھیلا بھی باہر نہیں نکالا جاتا، نہ اور کوئی خرچ کرتا ہے۔وہ ان عوام پر خرچ ہوجاتی ہے جن کی خدمت کی غرض سے ہمارے ڈاکٹر گئے ہوئے ہیں۔

غرض یہی تحریک جدید جس کا آغاز ایک لاکھ کی مالی قربانی سے ہوا تھا اس کے ذریعہ بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے ایسے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوچکے ہیں جو بڑی بڑی قربانیاں دے رہے ہیں۔وہ مبلغین کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ انہیں کتابیں مہیا کریں۔چنانچہ غانا نے لکھا کہ وہ باہر سے کتابیں منگوا نہیں سکتے کیونکہ وہاں فارن ایکسچینج کی کمی ہے اس لئے انہیں اجازت دیں کہ وہ اپنے ملک میں دس ہزار کی تعداد میں قرآن کریم مع انگریزی ترجمہ شائع کردیں۔میں نے ان کو اجازت دے دی ہے، اب وہ شائع کررہے ہیں۔امریکہ میں بھی جماعت بڑی ترقی کررہی ہے۔عیسائیت کے ساتھ جن لوگوں کو پیار تھا مگر ایک انسان کو خدا بنانے کی وجہ سے شرک کرتے تھے ان میں سے کئی لوگ جماعت احمدیہ کی حقیر کوششوں کے نتیجہ میں مسلمان ہوچکے ہیں اور ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کا بڑا پیار پیدا کردیا ہے۔چار جلدوں پر مشتمل انگریزی تفسیر قرآن کریم

وہاں اکثر دوستوں کے پاس موجود ہے۔ پچھلے سال جب میں امریکہ گیا تو ایک دوست نے کہا کہ وہ تفسیر خریدنا چاہتے ہیں مگر ملتی نہیں۔ دراصل ان کو علم نہیں تھا۔ میں نے جب پتہ کروایا تو معلوم ہوا کہ ۲۰ یا ۲۴ سیٹ پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا تمہارا تو کام بن گیا لیکن میں نے متعلقہ دفتر سے کہا ہے کہ وہ انگریزی تفسیر دوبارہ شائع کرے۔ پھر جب پولینڈ میں احمدیت گئی تو ساتھ ہی مطالبہ بھی ہوگیا کہ انہیں اسلام کا لٹریچر دیا جائے۔ دو مہینے ہوئے ہمارے ایک مبلغ بعض اشتراکی ممالک میں گئے جہاں مسلمان بھی بستے ہیں مثلاً البانین بولنے والا علاقہ جس میں مسلمان بھی بستے ہیں اور وہ دو ملکوں میں بٹا ہوا ہے تو انہوں نے بھی مطالبہ کر دیا کہ ان کے پاس البانین زبان میں قرآن کریم کا کوئی ترجمہ نہیں ان کو ترجمہ کر کے دیا جائے۔

پس کام تو بہت ہیں جو کرنے والے ہیں اور ہماری ذمہ داریاں بھی بڑی ہیں اس لئے پچھلے سال جب میں نے تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کیا تھا تو میں نے یہ کہا تھا کہ اگرچہ بیرونی ملکوں کی اکثر جماعتیں مالی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی ہیں لیکن تحریک جدید کی جو یہاں کی ضرورتیں ہیں ان کو پورا کرنے کے لئے بجٹ میں اضافہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ تحریک جدید کے ۴۲ویں سال میں بجٹ نو لاکھ پندرہ ہزار روپے کا تھا میں نے کہا تھا کہ یہ تو کافی نہیں ہے اس لئے پچھلے سال میں نے ٹارگٹ دیا تھا پندرہ لاکھ روپے کا اور کہا تھا کہ اگر جماعت پندرہ لاکھ روپے مجھے کر دے تو تحریک جدید کی ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ تحریک جدید نے ساری جماعتوں کا حساب کر کے ہر ایک کو لکھا کہ وہ اپنے اپنے مجموعی بجٹ تحریک جدید میں ۳۳ فیصد زائد کر دیں تو پندرہ لاکھ روپے کا یہ ٹارگٹ پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ خدا کی اس پیاری جماعت نے یہ ٹارگٹ قریباً پورا کر دیا ہے۔ تھوڑا سا فرق رہ گیا ہے اور ہمیں پتہ ہے کس جگہ تھوڑی سی کمزوری ہوئی ہے۔ غرض پندرہ لاکھ بجائے چودہ لاکھ چونتیس ہزار روپے کے وعدے دفتر کے پاس آ چکے ہیں۔

جہاں تک شہروں کا تعلق ہے دفتر کی رپورٹ کے مطابق قریباً سارے شہروں نے اپنا ٹارگٹ پورا کر دیا ہے۔ استثنائی طور پر شائد ہی کوئی شہر ہوگا جو پیچھے رہ گیا ہوگا ورنہ شہروں کی بہت بڑی اکثریت نے نہ صرف اپنا ٹارگٹ پورا کیا ہے بلکہ وہ اس سے بھی آگے نکل گئے ہیں لیکن

دیہی علاقوں میں سے بعض علاقے ایسے ہیں جنہوں نے اپنا ٹارگٹ پورا نہیں کیا۔ اس کے نتیجہ میں متعلقہ ضلع کی ساری جماعتوں پر اثر پڑتا ہے تاہم اتنے بڑے بجٹ میں ۶۶ ہزار روپے کی کمی کوئی ایسی نہیں ہے جو قابلِ فکر ہو یا ہمیں تنگ کرے لیکن بہر حال شرم تو آتی ہے کہ ٹارگٹ پورا کرنے میں صرف ۶۶ ہزار روپے کی کمی کی وجہ سے بعض دیہاتی جماعتیں پیچھے رہ گئیں کیونکہ اپریل کے آخر تک ادائیگی ہوتی ہے یعنی تحریک جدید کا اعلان ہم اس موسم میں کرتے ہیں لیکن وصولی اپریل کے آخر تک ہوتی رہتی ہے، اس لئے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے ہیں اگر وہ ہمت کریں تو سال رواں میں ۶۶ ہزار روپے کی کمی کو پورا کر سکتے ہیں، اس طرح نہ صرف یہ ٹارگٹ پورا ہو جائے گا بلکہ امید ہے کہ انشاء اللہ اگلے سال بجٹ تحریک جدید اس ٹارگٹ سے بھی آگے نکل جائے گا اور جو یہاں کی ضرورتیں ہیں وہ پوری ہو جائیں گی۔ کچھ یہاں کی ضرورتیں ہیں جو پوری نہیں ہو سکیں۔ دنیوی اقتدار رکھنے والے بعض لوگوں کی طرف سے بعض روکیں اشاعتِ کتب کے سلسلہ میں ہمارے راستے میں پیدا کر دی جاتی ہیں۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان روکوں کو دور کر دے۔ خدمت اسلام کا جو کام جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہو رہا ہے اگر کوئی شخص اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اس میں روک بنتا ہے تو ہماری یہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس پر گرفت نہ کرے بلکہ اس کی اصلاح کر دے اور جس طرح ہم خدا تعالیٰ کے فضلوں کو بارش کے قطروں سے زیادہ آسمان سے نازل ہوتا دیکھتے ہیں انفرادی و اجتماعی ہر دو لحاظ سے اسی طرح وہ بھی خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے وارث بنیں۔ ہماری تو ہمیشہ یہی دعا رہتی ہے۔

پس آج میں تحریک جدید کے (اس کے تین دفتر ہیں) دفتر اول کے ۴۴ ویں سال۔ دفتر دوم کے ۳۴ ویں سال اور دفتر سوم کے ۱۳ ویں سال کا اعلان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے یقین ہے کہ ۶۶ ہزار روپے کی جو کمی ہے وہ اسی سال پوری ہو جائے گی۔ نہ صرف یہ کمی پوری ہوگی بلکہ اگلے سال انشاء اللہ اس سے بھی زیادہ وصولی ہوگی۔

تحریک جدید کا بھی فرض ہے کہ وہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنی کارکردگی کا جائزہ لیں۔ اسلام کی تبلیغ سے متعلق نئے ذرائع سوچیں اور نئی تدابیر بروئے کار لائیں تا کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصّف:۱۰) کا خدائی وعدہ جلد جلد پورا ہو۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی جماعت کے ذریعہ اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے اور نوعِ انسانی کو امت واحدہ بنا دیا جائے۔ ٹھیک ہے اس پر کچھ وقت تو لگے گا اور بتایا بھی یہی گیا ہے کہ وقت لگے گا لیکن ہر دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر ہماری زندگیوں میں یہ سارا وعدہ پورا نہیں ہوتا تو اس کا بہت سا حصہ تو ہماری زندگیوں میں پورا ہو جائے تا کہ ہم بھی ان وعدوں اور بشارتوں کے پورا ہونے سے روحانی فیض اٹھانے والوں میں شامل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور اسلام کے غلبہ اور بنی نوع انسان کے امّتِ واحدہ بنانے کے جلد تر سامان پیدا کر دے۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

۞۞۞